ریاست مدینہ کا نظام احتساب اور عصر حاضر میں اس کی تطبیق

Accountability System in the state of Medina and its implementation in the present time

ڈاکٹر غوث الدین خان[i]

Abstract

Jurists have given a comprehensive connotation of corruption, which including financial corruption, encompasses all moral and social evils. Majority of the jurists are unanimously agreed on the point that accountability process has its roots since the origination of Islam and they argue that the accountability articles were the part of the charter of Medina. Prophet Muhammad (P.BU.H) played his part as the ombudsman and chief justice in the nascent state of Medina. An indiscriminating accountability system was prevalent in the state.No one was above the law, both weak and powerful were dealt by law on equality basis. All sort of financial corruption including all forms of social evils, such as, falsehood, dishonesty, fraud, usury, bribery were nipped in the bud. All the complaints against civil administrators were immediately redressed. Only the competent individuals were appointed on the public officees.Piety, knowledge, genius, honesty and strong will-power were the basic requirements for the appointments. It was on account of strong accountability process that the state of Medina witnessed an era of peace and harmony and of prosperity.

Key Words: Islamic State of Madinah, Accountability, Mankind, Impacts

احتساب کا مفہوم

احتساب باب افتعال سے ہے اور اس کا مادہ ح س ب ہے، عربی میں اس کے لئے الحسبہ کا لفظ استعمال ہوا ہے۔ الحسبۃ الاحتساب سے ماخوذ ہے جیسے العدۃ الاعتداد سے۔ احتساب میں وہ تمام معانی مضمر ہیں جو مادہ ح س ب کے تحت قرآن وحدیث میں اس لفظ کے متعلقات و مشتقات میں استعمال ہوئے ہیں۔ احتساب کے معانی میں گنتی وشمار ہے اور خیال وگمان بھی۔ اس میں کفایت اور اجر وثواب سب معانی پائے جاتے ہیں[1]۔

فقہاء میں سے اکثر نے "الحسبہ" کے اصطلاحی مفہوم کو امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کی روشنی میں واضح کرنے کی کوشش کی ہے۔ ان میں مشہور شافعی فقیہ قاضی ابوالحسن علی الماوردی اور ان کے ہم عصر ممتاز حنبلی فقیہ قاضی ابو یعلیٰ الفراء سرفہرست ہیں۔ اول الذکر کے نزدیک:

---

i لیکچرار، ڈیپارٹمنٹ آف اسلامیات، گورنمنٹ ڈگری کالج مسلم باغ، بلوچستان

هي امر بالمعروف اذا ظهر تركه و نهى عن المنكر اذا ظهر فعله[2]

اس (الحسبہ) سے مراد اچھائی کا حکم دینا ہے، جب اعلانیہ اسے چھوڑ دیا گیا ہو اور برائی سے روکنا، کہ جب اسے کھلم کھلا اپنایا جانے لگے۔

الماوردی نے مذکورہ تعریف کی تائید میں قرآن کریم سے استشہاد بھی پیش کیا ہے:

وَقَالَ اللَّهُ تَعَالَى: وَلْتَكُنْ مِنْكُمْ أُمَّةٌ يَدْعُونَ إِلَى الْخَيْرِ وَيَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ[3]

"اور تم میں ایک گروہ ایسا ہونا چاہئے کہ بھلائی کی طرف بلائیں اور اچھی بات کا حکم دیں اور برائی سے منع کریں۔"

ثانی الذکر حنبلی فقیہ قاضی ابو یعلیٰ نے بھی "الحسبہ" کی اصطلاحی تعریف میں من و عن یہی الفاظ استعمال کئے ہیں[4] اور اس کی تائید میں بعض قرآنی آیات اور احادیث کی طرف اشارہ کیا ہے۔

الماوردی اور الفراء کے بیان کردہ "الحسبہ" کی تعریف کو ان دو فقہاء کے علاوہ دیگر ارباب علم نے بھی اختیار کیا ہے، جن میں ابن الخوۃ، ابن بسام المحتسب اور الشیرزی[5] قابل ذکر ہیں لیکن ابن الاخوۃ نے اس میں واصلاح بین الناس کے الفاظ کا اضافہ کر دیا ہے، جس سے وہ "الحسبۃ" سے مراد لوگوں کے درمیان مصالحت و مفاہمت کرا دینا لیتے ہیں۔

گویا الشیرزی، ابن الاخوۃ، الماوردی اور ابو یعلیٰ الفراء وغیر ہم کے خیال میں "احتساب" صریحاً امر بالمعروف و نہی عن المنکر کا نام ہے لیکن آج کل احتساب سے یہ مراد لیا جارہا ہے کہ جو لوگ مالی بدعنوانیوں (Corruptions) کے مرتکب ہوئے ہیں ان سے قوم کا پیسہ واپس لیا جائے اور ان کو احتساب عدالت کے روبرو پیش کر کے مناسب سزا دلوائی جائے۔ یہ معنیٰ بھی شرعی اعتبار سے احتساب کے مفہوم کا حصہ ہے کیونکہ معروف صرف چند اخلاقی، معاشرتی اور مذہبی اچھائیوں سے عبارت نہیں، بلکہ قرآنی اصطلاح میں ایسے تمام احکامات باری تعالیٰ اور تعلیمات نبوی ﷺ کو محیط ہے، جو اخلاق و معاشرت، تہذیب و تمدن، صنعت و حرفت، قانون و دستور، ثقافت و عدالت، مذہب و سیاست اور مالی حساب و کتاب سے تعلق رکھتے ہیں۔ نیز منکر میں صرف مشہور قسم کے غلط کام ہی داخل نہیں بلکہ اس میں وہ تمام افعال و اقوال داخل ہیں جو معاشرے کے لئے ضرر رساں ہو۔ چنانچہ امام ابن تیمیہ کے نزدیک ان تمام شعبوں میں اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے احکام و فرامین جاری و ساری کرنے کا نام "الحسبہ" ہے۔ فرماتے ہیں:

وجميع هذه الولايات هي في الأصل ولاية شرعية ومناصب دينية ، فأي من عدل في ولاية من هذه الولايات فساسها بعلم وعدل وأطاع الله ورسوله بحسب الإمكان فهو من الأبرار الصالحين ، وأي من ظلم وعمل فيها بجهل فهو من الفجار الظالمين ، إنما الضابط قوله تعالى : إِنَّ الْأَبْرَارَ لَفِي نَعِيمٍ وَإِنَّ الْفُجَّارَ لَفِي جَحِيمٍ[6].

"الحسبہ فی الاسلام کی اس عبارت کے مطابق مذکورہ تمام شعبہ جات اصل میں وزارت شرعیہ اور مناصب دینیہ ہیں اور جو شخص ان میں سے کسی بھی شعبہ میں عدل و انصاف سے کام لے، اس کی بنیاد علم و عدل پر رکھے، اللہ اور اسکے رسول ﷺ کی حسب الامکان اطاعت کرے، وہ نیک لوگوں میں شمار ہوگا۔ برعکس اس کے جہالت اور لاعلمی پر اپنے عمل کی بنیاد استوار کرنے اور ظلم کو وطیرہ بنانے والا ظالم و فاجر حکمرانوں میں سے ہے۔"

بعثت نبوی ﷺ سے قبل اصلاح واحتساب کی صورتیں

قبل از اسلام عربوں میں عہدیت کا نظام پایا جاتا تھا۔ عہدیت کا مطلب یہ تھا "مختلف خانہ بدوش قبیلوں کا باہمی میل جول اور اس کے نتائج"۔ زمانہ حال کی اصطلاح میں ریاست یا مملکت کا ابھی وجود نہ تھا، بلکہ حکومت عمومی عمل درآمد اور رسم ورواج کا نام تھا۔ لوگوں کے باہمی جھگڑوں اور مناقشوں کے تصفیے قدیم رسم ورواج کے مطابق ہوتے تھے۔ اس کی نشاندہی رسول اللہ ﷺ کے اس ارشاد سے بھی ہوتی ہے:

يا سائب انظر اخلاقك التى كنت تصنعها فى الجاهلية فاجعلها فى الاسلام[7]

"اے سائب! ان اچھے اخلاق کی پابندی کرو جن کو تم ایام جاہلیت میں پیش نظر رکھتے تھے۔ ان کو اسلام میں بھی روا رکھو۔"

بعثت رسول مقبولؐ سے پہلے انصاف کے لئے عرب میں تین طریقے رائج تھے: پنچ، کاہن اور تحکیم

أ. پنچ

باہمی خصومات کے تصفیہ کے لئے پنچ مقرر ہوتے تھے۔ ان کے روبرو فریقین کی حاضری ہوتی اور پنچ کا فیصلہ قطعی قرار پاتا[8]۔

ب. کاہن

کاہن مذہبی پیشوا یا علم غیب کے مدعی، جن کے فیصلوں کو ایک طرح سے خدائی یا الہامی (Revealed) سمجھا جاتا تھا اور ان کے خلاف مرافعہ کی چارہ جوئی ممکن نہ تھی[9]۔

ت. تحکیم

پنچ اور کاہن کے علاوہ بعض شخصیات ثالث یا حکم کا درجہ رکھتی تھیں۔ خود حضور ﷺ کو بعثت سے پہلے تمام قبائل نے حجر اسود کو رکھنے کے معاملے میں حکم اور ثالث مقرر کیا تھا[10]۔ عدل واحتساب کا عمل ان تینوں ذرائع سے ہی ممکن تھا۔

ریاست مدینہ کا نظام احتساب

جب حضور ﷺ مبعوث ہوئے تو جاہلیت کے اکثر رسم ورواج معطل ومنسوخ کردیئے گئے یا ان میں تبدیلیاں کردی گئیں اور ظہور اسلام کے نتیجے میں جو عالم گیر تحریک پیدا ہوئی، اس نے دنیا کو ایک نیا تصور حیات پیش کیا، یوں مکہ مکرمہ میں مسلم معاشرے کی ابتداء ہوئی، لیکن یہ باقاعدہ ریاست یا مملکت سے محروم تھا۔ ہجرت نبوی کے بعد مدینہ منورہ میں اسلامی نظم مملکت کے نقوش ابھرے جو رفتہ رفتہ روشن گہرے اور جاندار دیکھائی دینے لگے۔ اور پہلی دفعہ ایک منظم ریاست وجود میں آئی۔ حضور ﷺ سب سے پہلے اس نوزائیدہ ریاست کی قانونی وآئینی بنیادوں کی طرف متوجہ ہوئے چنانچہ مدینہ کے تمام مسلم وغیر مسلم قبائل کے درمیان ایک معاہدہ تحریر فرمایا جس میں معاملات کو عدل واحتساب کے ذریعے سرانجام دینے کی صراحت کی گئی۔

میثاق مدینہ میں دفعات احتساب

اس دستاویز میں حضور ﷺ نے عدالتی اور تشریعی اختیارات اپنے لئے محفوظ فرمالئے گویا حضور ﷺ کی حیثیت منصف اعلیٰ اور محتسب اعلیٰ کے طور پر متعین ہوئی۔ مگر ایک نہایت اہم اور قابل ذکر فرق اس اقتدار اور دیگر ممالک کے مستبدانی شاہی اقتدار میں یہ تھا کہ یہاں مادیت کو دخل نہ تھا۔ حضور ﷺ نے سیاست میں اخلاقی عناصر داخل کئے اصل سرچشمہ اقتدار اور حاکم اعلیٰ خدا کو قرار دیا اور اپنے کو اس کا رسول اور نائب۔ اور ساتھ ہی "قانون واحتساب سب کے لئے برابر" (کے نظریہ کو عملی جامہ پہناتے ہوئے تمام لوگوں کے لئے لائے ہوئے احکام اپنے اوپر بھی مساوی طور پر واجب التعمیل قرار دیئے۔ اور عہد نبویؐ میں حضور ﷺ نے خود کو جس طرح احتساب کے لئے پیش کر دیا جس کی نظائر سیرت کی کتابوں میں موجود ہیں، ہم کہہ سکتے ہیں کہ اسلام نے بادشاہ کسی غلط فعل کا مرتکب ہو ہی نہیں سکتا کو مسترد کر دیا اور جب ملک کا قوی ترین شخصیت قانون سے بالاتر نہ ہو تو دیگر عہدہ دار اور عام لوگ بھی قانون پر عمل داری زیادہ توجہ کے ساتھ کریں گے۔

اس دستور کے دو نمایاں حصے ہیں: پہلا حصہ 23 دفعات پر مشتمل ہے جو مہاجرین وانصار سے متعلق ہے دوسرا حصہ مدینہ کے یہودی قبائل کے فرائض وحقوق سے بحث کرتا ہے ان دونوں میں ایک جملہ دہرایا گیا ہے کہ آخری عدالت اور فیصلہ حضور ﷺ ہی کریں گے:

وإنكم مهما اختلفتم فيه من شيء فإن مرده إلى الله عز وجل وإلى محمد صلى الله عليه وسلم[11]

اس سے معلوم ہوا کہ ریاست مدینہ کی تعمیر کے آغاز ہی میں حضور ﷺ کی حیثیت منصف اعلیٰ اور محتسب اعلیٰ کے طور پر متعارف ہوئی۔ اس کے ساتھ احتساب کو ایک اجتماعی فریضہ بھی قرار دیا گیا کہ ہر قبیلہ اجتماعی طور پر اپنے تمام افراد کے ناجائز افعال کے مکافات کا ذمہ دار ہوگا۔ عدل واحتساب کے متعلق صراحت کر دی گئی ہے کہ یہ پوری جماعت کا فریضہ ہے اور اس میں کسی رشتہ داری یا قرابت کو دخل نہ ہوگا۔ اس حوالے سے میثاق مدینہ کا دفعہ نمبر 3 ملاحظہ ہو:

المهاجرون من قريش على ربعتهم يتعاقلون بينهم وهم يفدون عانيهم بالمعروف والقسط بين المؤمنين[12]

"قریش سے ہجرت کر کے آنے والے اپنے محلے کے (ذمہ دار) ہوں گے اور اپنے خون بہا باہم مل کر دیا کریں گے اور ہر گروہ اپنے ہاں کے قیدی کو خود فدیہ دے کر چھڑائیں گے تاکہ ایمان والوں کے باہمی برتاؤ نیکی اور انصاف کا ہو۔"

یہی مضمون دفعہ 3 سے دفعہ 11 تک مسلمان قبائل (قریش، بنی عوف، بنی الحارث بن خزرج، بنی ساعدہ، بنی جشم، بنی النجار، بنی عمر بن عوف، بنی النبیت، بنی الاوس) کے بارے میں یکساں وارد ہوا ہے۔

اس دستور کی رو سے الحسبہ کی ذمہ داری کسی ایک فرد پر نہیں ڈالی گئی تھی، بلکہ اسی اجتماعی اقدام قرار دیا گیا تھا۔ مقصود یہ تھا کہ تمام لوگ ایک دوسرے کی مذموم حرکات پر نظر رکھیں اور اصلاح معاشرہ میں پیش پیش رہیں۔ انصاف کے حصول کے لئے ضروری تھا کہ اس کے تقاضے بحسن وخوبی پورے کئے جائیں اور کسی فرد کو یہ شکوہ وشکایت نہ رہے کہ اس کے

ساتھ ظلم یا ناانصافی کی گئی ہے نیز قرابت یا رشتہ داری کی بناء پر کئے جانے والے فیصلے کسی صورت میں قرین انصاف نہ سمجھے جا سکتے تھے، لہذا عدل وانصاف اور احتساب کے تقاضوں کو پورا کرنے کے لئے عہد رسالت کے اس اولین اسلامی دستور کی دفعات اصلاح معاشرہ کی ضامن تھیں۔ان دفعات میں افراد کے ناجائز افعال کے مکافات کا ذکر الحسبہ کے اصطلاحی مفہوم ومعانی پر عمل درآمد کی طرف ایک بلیغ اشارہ ہے۔

خطبہ حجۃ الوداع میں انسانی حقوق کی ضمانت

10ھ میں جبل الرحمۃ کے مقام پر رسول اللہ ﷺ نے انسانی حقوق کا عالمی منشور بنی نوع انسان کو عطا فرمایا۔یہ عدل واحتساب کے لئے ایک اہم پروانہ اور عالمی انسانی حقوق کے لئے ایک بہت بڑی ضمانت تھی، جس میں آپ نے ارشاد فرمایا کہ انسان کے تین بنیادی حقوق ہیں: یعنی جان، مال اور آبرو، اور یہ قابل احترام ہیں، پس:

اُ. لوگو! تمہارے خون ، تمہارے مال اور تمہاری آبروئیں تمہارے لئے (ایک دوسرے پر) اپنے رب سے ملنے (قیامت) تک حرام ہیں، ایسے ہی حرام ومحترم جیسے تمہارے آج کے دن، آج کے مہینے اور شہر کی حرمت ہے۔

ب. امانتیں اور قرض لوٹا دیئے جائیں۔

ت. زمانہ جاہلیت کا سود ممنوع ہے اور سب سے پہلے میں (محمد رسول اللہ ؐ) حضرت عباس کا سود کالعدم قرار دیتا ہوں۔

ث. سب مسلمان آپس میں بھائی بھائی ہیں[13]۔

یہ خطبہ اصلاح واحتساب کے لحاظ سے انتہائی اہمیت کا حامل ہے کیونکہ اس میں رسول اللہ ﷺ نے سودی نظام کی بنیاد پر قائم معیشت، طبقاتی بنیادوں پر تقسیم معاشرہ اور غیر محفوظ انسانی جان ومال کے بارے میں گفتگو کی جو معاشی احتساب، طبقات کا احتساب اور انسانی جان ومال کی بے قدری کا احتساب کی بنیاد ہے۔

رسول اللہ ﷺ بحیثیت محتسب اعلیٰ

تاریخ اسلام میں الحسبہ کے اولین قیام کے متعلق مورخین کی مختلف آراء ہیں، لیکن اکثریت اس پر متفق ہے کہ اس اہم کام کی ضرورت کو آغاز اسلام ہی سے محسوس کر لیا گیا تھا۔رسول اللہ ﷺ نے سب سے پہلے قولاً اور عملاً اس کا اجراء فرمایا۔اس اعتبار سے تاریخ اسلام کے اولین محتسب آپ ہی تھے۔چنانچہ دور نبوی ﷺ میں احتساب کی عملی مثالیں موجود ہیں ان واقعات سے معلوم ہوتا ہے کہ حضور ﷺ نے کس طرح بے لاگ احتساب کا ایک مضبوط نظام رائج فرمایا۔چند ایک مثالیں حسب ذیل ہیں:

1. حضور ﷺ نے احتساب کا آغاز اپنے گھر سے کیا، جب وہ حضرت عائشہ کے حجرے میں صرف اس لئے داخل نہیں ہوئے کہ اس میں ایک گدی پر کچھ تصویریں بنی ہوئی تھیں آپ ﷺ نے اس پر ناپسندیدگی کا اظہار فرمایا۔چنانچہ روایت میں ہے:

عن عائشة رضي الله عنها زوج النبي صلى الله عليه و سلم أنها أخبرته : أنها اشترت نمرقة فيها تصاوير فلما رآها رسول الله صلى الله عليه و سلم قام على الباب فلم يدخل فعرفت في وجهه الكراهية قالت يا رسول الله أتوب إلى الله وإلى رسوله ماذا أذنبت ؟ قال (ما بال هذه النمرقة) . فقالت اشتريتها لتقعد عليها وتوسدها فقال رسول الله صلى الله عليه و سلم (إن أصحاب هذه الصور يعذبون يوم القيامة ويقال لهم أحيوا ما خلقتم . وقال إن البيت الذي فيه الصور لا تدخله الملائكة[14]

"حضرت عائشہ سے روایت ہے کہ انہوں نے ایک گدا خریدا جس پر تصویریں تھیں۔ رسول اللہ ﷺ نے اسے دیکھ کر دروازے ہی پر کھڑے ہو گئے اور اندر تشریف نہیں لائے، میں نے آپ کے چہرے سے ناگواری کے اثار محسوس کیے۔ (حضرت عائشہ نے) عرض کی: یارسول اللہ! میں اللہ اور اس کے رسول کے حضور توبہ کرتی ہوں، میں نے کیا غلطی کی ہے؟ حضور ﷺ نے فرمایا: یہ گدا کیسا ہے؟ میں نے عرض کی کہ میں نے ہی اسے خریدا ہے تاکہ اس پر بیٹھیں اور ٹیک لگائیں۔ حضور ﷺ نے فرمایا کہ ان تصویروں کے بنانے والوں کو قیامت کے دن عذاب دیا جائے گا اور ان سے کہا جائے گا کہ جو تم نے پیدا کیا ہے اسے زندہ بھی کر کے دکھاؤ۔ حضور ﷺ نے فرمایا کہ جس گھر میں تصویر ہوتی ہے اس گھر میں فرشتے داخل نہیں ہوتے۔"

2. حضور ﷺ کا احتساب بے لاگ تھا، انصاف کے معاملے میں اپنے اور بیگانے، دوست اور دشمن کی کوئی تمیز نہیں تھی۔ چنانچہ ایک دفعہ قبیلہ مخزومیہ کی فاطمہ نامی خاتون نے چوری کی، اس کے خاندان نے بے عزتی کے ڈر سے حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ کے ذریعے حضور ﷺ کو سفارش کروائی۔ حضرت اسامہ نے جونہی سفارش کے لئے بات شروع کی تو حضور ﷺ نے فرمایا: اے اسامہ! کیا تم اللہ تعالیٰ کی (مقرر کردہ) حدود میں سے کسی حد کے بارے میں سفارش کرتے ہو؟ پھر کھڑے ہو کر حضور ﷺ نے خطبہ ارشاد فرمایا:

أَيُّهَا النَّاسُ إِنَّمَا أَهْلَكَ الَّذِينَ قَبْلَكُمْ أَنَّهُمْ كَانُوا إِذَا سَرَقَ فِيهِمُ الشَّرِيفُ تَرَكُوهُ وَإِذَا سَرَقَ فِيهِمُ الضَّعِيفُ أَقَامُوا عَلَيْهِ الْحَدَّ وَايْمُ اللَّهِ لَوْ أَنَّ فَاطِمَةَ بِنْتَ مُحَمَّدٍ سَرَقَتْ لَقَطَعْتُ يَدَهَا[15]

"اے لوگو! تم سے پہلے لوگ اسی بنا پر ہلاک ہوئے کہ جب قوم کا بڑا آدمی چوری کرتا تو اسے چھوڑ دیتے اور جب کوئی کمزور آدمی چوری کرتا تو اس پر حد جاری کرتے۔ اگر فاطمہ بنت محمد بھی چوری کرتی تو میں اس کا ہاتھ کاٹ دیتا۔"

3. حضور ﷺ نے گھر کے باہر بھی احتساب فرمایا اور خواتین کو راستوں میں مردوں کے درمیان میں چلنے سے منع فرمایا جیسا کہ روایت میں ہے:

عَنْ حَمْزَةَ بْنِ أَبِي أُسَيْدٍ الْأَنْصَارِيِّ، عَنْ أَبِيهِ، أَنَّهُ سَمِعَ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، يَقُولُ: وَهُوَ خَارِجٌ مِنَ الْمَسْجِدِ فَاخْتَلَطَ الرِّجَالُ مَعَ النِّسَاءِ فِي الطَّرِيقِ، فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِلنِّسَاءِ: «اسْتَأْخِرْنَ، فَإِنَّهُ لَيْسَ لَكُنَّ أَنْ تَحْقُقْنَ الطَّرِيقَ عَلَيْكُنَّ بِحَافَّاتِ الطَّرِيقِ[16]»

"حضرت حمزہ بن ابی اسید انصاری اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے حضور ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا (جب حضور ﷺ مسجد کے باہر تھے اور راستے میں مردوں کا عورتوں سے اختلاط ہوا تھا۔ تو حضور ﷺ نے عورتوں سے فرمایا:) تم عورتیں پیچھے رہو لیکن تم راستے کے درمیان میں مت چلو، تمہیں راستے کے اطراف میں چلنا چاہئے۔"

4. لباس اور زینت کی چیزوں میں بھی حضور ﷺ نے احتساب فرمایا جیسا کہ مندرجہ ذیل حدیث میں بیان ہوا ہے:

عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عَبَّاسٍ، أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَأَى خَاتَمًا مِنْ ذَهَبٍ فِي يَدِ رَجُلٍ، فَنَزَعَهُ فَطَرَحَهُ، وَقَالَ: «يَعْمِدُ أَحَدُكُمْ إِلَى جَمْرَةٍ مِنْ نَارٍ فَيَجْعَلُهَا فِي يَدِهِ»، فَقِيلَ لِلرَّجُلِ بَعْدَ مَا ذَهَبَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: خُذْ خَاتِمَكَ انْتَفِعْ بِهِ، قَالَ: لَا وَاللهِ، لَا آخُذُهُ أَبَدًا وَقَدْ طَرَحَهُ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ[17]

"حضرت عبداللہ بن عباس بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے ایک شخص کے ہاتھ میں سونے کی انگوٹھی دیکھی، تو فورا اتار کر پھینک دی اور فرمایا کیا تم میں سے کوئی جہنم کے انگارے کا ارادہ رکھتا ہے، کہ اسے اپنے ہاتھ میں لے لے گا، جب آنحضرت ﷺ چلے گئے تو اس آدمی سے کہا گیا کہ تم اپنی انگوٹھی لے لو، اور اس سے فائدہ حاصل کرو، وہ بولا: نہیں! بخدا میں اسے ہرگز اپنے ہاتھ نہیں لگاؤں گا، جس کو حضور ﷺ نے پھینک دیا ہے۔"

5. **عرب میں سب سے زیادہ تجارتی معاملات میں اصلاح کی ضرورت تھی حضور ﷺ نے معاملات میں اصلاحات لانے کے لئے خود بازار تشریف لے جاتے وہاں خرید وفروخت کی چیزوں کا معائنہ فرماتے جہاں کہیں بدعنوانی نظر آتی فورا حکم صادر فرماتے۔ روایت میں ہے:**

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَرَّ عَلَى صُبْرَةِ طَعَامٍ فَأَدْخَلَ يَدَهُ فِيهَا، فَنَالَتْ أَصَابِعُهُ بَلَلًا فَقَالَ: «مَا هَذَا يَا صَاحِبَ الطَّعَامِ؟» قَالَ أَصَابَتْهُ السَّمَاءُ يَا رَسُولَ اللهِ، قَالَ: «أَفَلَا جَعَلْتَهُ فَوْقَ الطَّعَامِ كَيْ يَرَاهُ النَّاسُ، مَنْ غَشَّ فَلَيْسَ مِنِّي[18]»

"حضرت ابوہریرہ سے روایت ہے کہ ایک بار حضور ﷺ بغرض معائنہ بازار تشریف لے گئے۔ ایک جگہ گندم کا ڈھیر نظر آیا۔ آپؐ نے دست مبارک اس میں ڈالا تو کچھ نمی سی محسوس فرمائی۔ دکاندار سے جواب طلبی کی تو اس نے عذر پیش کیا کہ غلہ بارش سے بھیگ گیا تھا۔ تب آپؐ نے تنبیہ کے طور پر استفسار فرمایا کہ اسے اوپر کیوں نہیں کر لیا؟ اس کے بعد فرمایا کہ جو شخص اس طرح کی ہیرا پھیری یا دھوکہ بازی کرے وہ ہم میں سے نہیں۔"

6. **معاملات ہی میں احتساب کرتے ہوئے ایک موقع پر رسول اللہ ﷺ بازار تشریف لے گئے تو کسی شخص کو ایک چیز تولتے ہوئے دیکھا اور ارشاد فرمایا:**

اتزن وارجع[19] "اچھی طرح اور جھکتا ہوا تولو۔"

7. **آپ ﷺ نے عقائد کے بارے میں بھی احتساب فرمایا۔ ایک روایت میں ہے:**

عن عبد الله رضي الله عنه قال : دخل النبي صلى الله عليه و سلم مكة يوم الفتح وحول البيت ستون وثلاثمائة نصب فجعل يطعنها بعود في يده ويقول: جاء الحق وزهق الباطل. جاء الحق وما يبدئ الباطل وما يعيد[20]

"روایت ہے کہ فتح مکہ کے دن جب حضور ﷺ مکہ میں داخل ہوئے تو بیت اللہ کے چاروں طرف تین سو ساٹھ بت تھے، حضور ﷺ ایک چھڑی سے، جو دست مبارک میں تھی، مارتے جاتے اور اس آیت کی تلاوت کرتے جاتے کہ "حق قائم ہو گیا اور باطل مغلوب ہو گیا، حق قائم ہو گیا اور باطل نہ اب ظاہر ہو گا اور نہ لوٹے گا۔"

ریاست مدینہ میں اہل سوق کا کڑا احتساب

معاملات اور اخلاق عامہ میں رسول اللہ ﷺ نے لوگوں کی متعدد فرو گزاشتوں پر مواخذہ فرمایا۔ تجارت اور لین دین کے متعلق آپ نے بہت سی اصلاحات جاری فرمائیں جن پر سختی سے عمل درآمد ہوا۔ احادیث میں ہے کہ جو لوگ تخمینہ سے زیادہ غلہ خریدنے لگے تھے، عہد رسالت میں انہیں پابند کیا گیا کہ وہ اسے اپنے گھروں میں منتقل کرنے سے قبل خود اپنے ہاتھوں سے بیچ دیں۔ حضرت سالمؒ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے بیان فرمایا:

لقد رأيت الناس في عهد رسول الله صلى الله عليه و سلم يبتاعون جزافا يعني الطعام يضربون أن يبيعوه في مكانهم حتى يؤووه إلى رحالهم[21]

"میں نے عہد رسالت میں دیکھا کہ لوگ غلہ کے ڈھیر (بغیر وزن کے) خرید لیتے اور اسے اپنے ٹھکانوں پر لے جانے سے پہلے فروخت کر دیتے تو ان کو ضرب لگائی جاتی تھی۔"

یہ حدیث بظاہر اہل سوق پر محتسب مقرر کرنے کی اصل ہے اور اس سے یہ اجازت بھی مستنبط ہوتی ہے کہ اگر تاجر اپنے معاملات میں احکام شرعی کی خلاف ورزی کریں تو انہیں سزا بھی دی جاسکتی ہے جس طرح امام نووی کے نزدیک جہاں یہ حدیث اس امر کی دلیل ہے کہ ولی امر کو بیع فاسد کرنے والے شخص کو ضرب وغیرہ کی تعزیری سزا دینے کا اختیار حاصل ہے[22]۔ وہاں اس امر کی طرف بھی بلیغ اشارہ ہے کہ عہد رسالتؐ میں الحسبہ کے متعلق امور طے پانے لگے تھے۔

ریاست مدینہ میں حکومتی عہدیداروں کا احتساب

ریاست مدینہ میں احتساب کے متعلق احادیث میں متعدد واقعات ملتے ہیں۔ فرائض احتساب میں سب سے مقدم فرض چونکہ حکومتی مناصب پر فائز لوگوں کا احتساب ہے، اس لئے رسول اللہ ﷺ نے اس طرف بطور خاص توجہ فرمائی۔ بیان کیا جاتا ہے کہ عمال زکوٰۃ اور صدقہ وصول کر کے لاتے تو رسول کریم بہ نفس نفیس جائزہ لیتے کہ اس کام میں کوئی ناجائز طریقہ تو اختیار نہیں کیا گیا۔ ایک مرتبہ ابن الأتبیہ صدقہ وصول کر کے لائے اور کہا:

"مال کا یہ حصہ مسلمانوں کا ہے اور اس میں سے اتنا مجھے ملا ہے۔ آپؐ نے فرمایا کہ گھر بیٹھے بیٹھے تمہیں یہ ہدیہ کیوں نہ مل سکا۔ اس کے بعد ایک عام خطبہ دیا، جس میں اس کی سخت ممانعت فرمائی[23]۔"

ریاست مدینہ میں نظام عدل واحتساب کے لئے حکام کا تقرر

رسول اللہ ﷺ کی ذات اقدس جملہ انتظامی اور مذہبی امور کا مرجع تھی۔ تاہم آپ کے لئے تنہا اسلام کی عظیم الشان مذہبی ذمہ داریوں کو سرانجام دینا اور پھر انتظامی امور کا بھی متکفل ہونا، اگر ناممکن نہیں تو مشکل ضرور تھا۔ چنانچہ آپ نے محاصل کی وصولی، مقدمات کے فیصلے، اصلاح احوال، تزکیہ اخلاق اور قیام عدل کے لئے مختلف مقام پر حکام وولاۃ مقرر فرمائے:

"باذان بن سامان کی تقرری والی یمن، شہر بن باذان کی والی صنعاء اور ان کے بعد خالد بن سعید بن العاص کی اسی شہر میں تقرری ہوئی۔ مہاجر بن ابی امیہ مخزومی کو کندہ اور صدف کا والی بنایا گیا، مگر وہ روانگی سے قبل ہی وفات پاگئے۔ حضر موت کی ولایت زیاد

بن لبید انصاری، جند کی معاذ بن جبل، نجران کی عمرو بن حزم، تیمار کی یزید بن ابی سفیان، مکہ مکرمہ کی عتاب بن اسید، ہمان کی عمرو بن العاص اور بحرین کی ولایت علاء بن حضرمی کے سپرد ہوئی۔ حضرت علی بن ابی طالب کو متولی اخماس یمن بنایا گیا۔"

مذکورہ اکابر صحابہ میں سے ہر حاکم یا والی اپنی جگہ محتسب بھی تھا۔ کتب سیرت میں اگرچہ فوج، قوم کے اخلاق وعادات کی اصلاح، بیع وشراء، معاملات اور دادرسی کے لئے کسی باقاعدہ محکمہ کی تاسیس کا ذکر نہیں ملتا، تاہم یہ امر یقینی ہے کہ اس کی بنیاد عہد نبویؐ میں رکھ دی گئی تھی۔ اکابر صحابہ کے علاوہ رسول اللہ ﷺ بہ نفس نفیس ان امور کی نگرانی فرماتے اور لوگوں کو جزئیات اخلاق کی تعلیم دیتے تھے۔ اس اعتبار سے آپ کی حیثیت محتسب اعلیٰ کی تھی۔

ریاست مدینہ کا نظام احتساب خلافت راشدہ میں

حضور ﷺ کے بعد خلفاء راشدین اور صحابہ امر بالمعروف اور نھی عن المنکر کو قائم رکھنے کے لئے کھڑے ہوئے۔ اور اس کا اتنا اہتمام کیا کہ کئی صدیوں تک امت مسلمہ میں اس کے اثرات باقی رہیں، احتساب کے اس مضبوط نظام کی بدولت ہی امت مسلمہ میں امن وامان اور خوشحالی کا دور تھا، مسلمان پوری دنیا پر حکمرانی کر رہے تھے۔ لیکن جب اس فریضہ سے پہلو تہی کی گئی تو مسلمان شکست سے دوچار ہوئے۔

عہد صدیقی (11ھ-13ھ)

خلافت راشدہ میں عہد رسالت کے نظام حکومت کو جوں کا توں بحال رکھا گیا بلکہ جہاں ضرورت محسوس ہوئی وہاں تبدیلیاں بھی کی گئیں، حضرت ابو بکر صدیق نے رسول اللہ ﷺ کے زمانے کے والی اور محتسب کو اپنے مفوضہ فرائض کے ساتھ علیٰ حالہ برقرار رکھا۔ حضرت ابو بکر صدیق نے انتظامی سہولت کے خیال سے اسلامی ریاست کو مکہ مکرمہ، مدینہ منورہ، طائف، صنعاء، نجران، حضرموت، بحرین اور دومۃ الجندل کے مختلف صوبوں میں تقسیم کر دیا[24]۔

عہد فاروقی (13ھ-24ھ)

حضرت عمرؓ کے عہد خلافت میں اسلامی ریاست پھیل چکی تھی اس کا نظم ونسق آسان کام نہ تھا۔ حضرت عمرؓ نے مشکلات کے باوجود ایک مثالی اسلامی فلاحی ریاست تشکیل دی جس کی بنیاد احتساب پر رکھی گئی۔ آغاز میں بعض انتظامی دشواریوں کے باعث انتظامی اور عدالتی صیغہ جات ایک رہے، لیکن جب نظام حکومت میں توسیع ہوئی تو قضا کا محکمہ مستقل کر دیا گیا۔ تمام اضلاع میں قاضیوں کی عدالتیں قائم ہوئیں۔ قاضیوں کی تقرریاں عمل میں لائی گئیں اور قضاء کے اصول وآئین پر الگ سے فرمان جاری ہوا، جس میں تلقین کی گئی کہ کمزور انصاف سے مایوس نہ ہو[25]۔

عہد فاروقی میں بے لاگ احتساب

عمل احتساب میں حضرت عمر فاروق کے نزدیک ادنیٰ واعلیٰ اور خویش وبیگانہ سب برابر تھے۔ کوئی شخص اخلاقی جرم کی پاداش میں سزائے احتساب سے بچ نہیں سکتا تھا۔ ارکان حکومت تک کو علی الاعلان سزا دی جاتی تھی۔ مشہور واقعہ ہے کہ حضرت عمر نے اپنے بیٹے (عبدالرحمٰن بن عمر) کو شراب پینے کے جرم میں اپنے دست مبارک سے اسی کوڑے مارے[26]۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ جب منصب عدل اور احتساب پر فائز ہوتے تو اس بات کی پرواہ نہ کرتے کہ فیصلہ کس کے حق میں ہوگا یا کس کے خلاف ہوگا؟ یہی اللہ کا فرمان اور دین کا طرہ امتیاز بھی ہے۔اس طرح انسان بے باکی اور حق کے ساتھ فیصلہ کرتا ہے اور عدل و انصاف کرتے ہوئے رشتہ داروں اور دوستوں کا بھی لحاظ نہیں ہوتا۔ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے ارشاد فرمایا:

ما أبالي إذا اختصم إلى الرجلان لأيهما كان الحق[27]

"جب میرے پاس دو آدمی اپنا کوئی مقدمہ لے کر آتے ہیں تو مجھے کوئی پرواہ نہیں ہوتی کہ حق کس کی طرف ہو۔"

حضرت عمر رضی اللہ عنہ اپنے دور میں عدل کے قیام کے لیے اپنے عمال کو ہمیشہ نصیحتیں فرماتے تھے۔آپ نے عمال کے نام ایک خط لکھا جس کے الفاظ درج ذیل ہیں:

اجعلوا الناس عندكم في الحق سواء قريبهم كبعيدهم وبعيدهم كقريبهم ، وإياكم والشرشا والحكم بالهوى وأن تأخذوا الناس عند الغضب فقوموا بالحق ولو ساعة من نهار[28].

"لوگوں کو اپنے نزدیک حق میں برابر رکھو۔ان کا قریبی اور دور والا برابر ہے اور ان کا دور والا بھی ان میں سے قریب ترین کے برابر ہے۔ نیز رشوت سے بچو، خواہش پر فیصلہ کرنے سے بچو اور غصے کے وقت لوگوں کی پکڑ کرنے سے اجتناب کرو اور حق کو قائم کرو خواہ دن کے کچھ حصہ میں کیوں نہ ہو۔"

یہ تمام واقعات احتساب سے متعلق ہے،ان سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عمر خود بحیثیت محتسب اعلیٰ فوری کارروائی فرماتے تھے، چنانچہ آپ کی سیرت کا یہ گوشہ زبان زد خاص وعام ہے کہ آپ راتوں کو محتسب بن کر مدینہ منورہ کا گشت لگایا کرتے تھے اور آپ کے ہاتھ میں ایک درہ ہوتا (درہ اس زمانے میں عام طور پر گائے یا اونٹ کے چمڑے کا بناتے تھے، جس میں کھجور کی گھٹلیاں بھری ہوتی تھی۔) آپ شارع عام اور بازاروں کی چکر لگاتے اور کسی کا کھوٹ کرنا یا ملاوٹ کرنا متحقق ہو جاتا تو بلا حفظ مراتب اس کی داد گیری کرتے اور سزا دیتے۔

عہد عثمانی (24ھ-35ھ)

حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ملکی نظم و نسق اور طریقہ حکمرانی کا ایک مستقل دستور العمل بنا دیا تھا۔ اس لئے حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے لئے میدان صاف تھا، انہوں نے دور فاروقی کے نظم و نسق میں کوئی خاص تبدیل نہیں کی بلکہ اسی نظام حکومت کو علیٰ حالہ برقرار رکھا۔ البتہ انتظامی ضروریات اور حالات کے مطابق بعض ناگزیر تبدیلیاں بھی کیں۔ حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ اگرچہ طبعاً نہایت نرم تھے، بات بات پر رقت طاری ہو جاتی تھی اور ذاتی حیثیت سے تحمل، بردباری اور چشم پوشی آپ کا شیوہ تھا، لیکن ملکی معاملات میں انہوں نے احتساب اور نکتہ چینی کو اپنا طرز عمل بنایا۔عمال حکومت کے احتساب کا عام طریقہ یہ تھا کہ دریافت حال کے لئے دربار خلافت سے تحقیقاتی وفود روانہ کئے جاتے تھے جو تمام ممالک کا دورہ کر کے عمال کے طرز عمل اور رعایا کی حالت کا اندازہ کرتے تھے۔

چنانچہ ایک مرتبہ جب گورنروں اور عمال حکومت کے بارے میں لوگ شکوک و شبہات کے شکار ہوئے، اور والیان حکومت کے معزول ہونے کے حوالے سے سرگوشیاں کرنے لگے۔ تب حضرت عثمان □ نے عمال حکومت کے خلاف تحقیقات شروع کئے۔ محمد بن مسلمہ کو کوفہ کی طرف اسامہ بن زید کو بصرہ کی طرف اور عبداللہ بن عمر کو شام کی طرف روانہ کئے۔ ان کے علاوہ اور لوگوں کو بھی مختلف شہروں میں حالات معلوم کرنے کے لئے بھیجے گئے۔ سب نے واپس آکر بیان کیا کہ ہم نے کوئی کارروائی خلاف شرع نہ تو گورنروں کی دیکھی ہے اور نہ عوام الناس میں کسی قسم کا چرچا سنا۔ البتہ جہاں عمال حکومت کے خلاف شکایت ثابت ہوتی تو وہاں فوراً ان کے خلاف کارروائی کرتے۔ چنانچہ کوفہ کے گورنر ولید بن عقبہ پر شراب نوشی کا الزام لگایا گیا، آپ نے تحقیق کے بعد ولید کو اعلانیہ سزا دی اور انہیں معزول کر دیا۔ سعد بن ابی وقاص (گورنر کوفہ) عہد عثمانی میں محض اس بناء پر کہ بیت المال سے لیا ہوا قرض ادا نہ کر سکے، احتساب کی گرفت میں آئے اور انہیں اپنے عہدہ سے معزول ہونا پڑا۔ اسی طرح ابوموسیٰ اشعری (والی بصرہ) کا امیرانہ طرز زندگی اختیار کرنے پر لوگوں نے حضرت عثمان کو شکایت کی۔ حضرت عثمان نے فوراً اسے معزول کر دیا[29]۔

عہد مرتضوی (35ھ-40ھ)

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے سب سے زیادہ توجہ عمال کے اخلاق کی نگرانی پر دی۔ عمال کو وقتاً فوقتاً قیام عدل اور رعایا کے ساتھ نرمی و شفقت اور ان کے اخلاق کی بہتری کے احکام بھیجتے رہتے تھے۔ اور ہمیشہ ہدایت فرمائی کہ خبردار کوئی شخص کسی کے ساتھ زیادتی کا مرتکب نہ ہو اور اخلاق عامہ کا پاس رکھے۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ خود خلیفہ ہی نہیں بلکہ محتسب اعلیٰ کی حیثیت سے عمال حکومت کے اعمال و افعال کا احتساب بھی فرماتے تھے۔ عثمانی دور میں عمال کی جانب سے کچھ بے اعتدالیاں پائی گئی تھیں۔ آپ نے ان کو ختم کرنے کی کوشش کیا اور اس کے نتیجے میں دور عثمانی کے کچھ عمال کو معزول بھی کر دیئے جن کے خلاف بدعنوانی کی شکایات موصول ہوئی تھیں[30]۔

عمال حکومت پر آپ کڑی نگاہ رکھتے تھے۔ جہاں بھی آپ کے مقرر دہ عمال کے خلاف شکایت موصول ہوئی تھی تو آپ فوراً اس کا ازالہ فرماتے۔ چند مثالیں ملاحظہ ہو:

ایک عامل کے متعلق شکایت ملنے پر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اسے لکھا:

"تم عیش و تنعم کی زندگی بسر کرتے ہو۔ بخورات اور روغنیات کا زیادہ استعمال کرتے ہو، تمہارے دستر خواں پر الوان نعمت ہوتے ہیں۔ منبر پر تم صدیقین کا وعظ کہتے ہو اور حکومت میں تمہارا اہل اباحت کا عمل ہے۔ پس گناہوں سے توبہ کر کے اپنے نفس کی اصلاح کرو اور خدا کے حقوق ادا کر[31]۔"

"منذر بن جارود (والی اصطخر) کے متعلق جب حضرت علی کو معلوم ہوا کہ رعایا کی فوز و فلاح کی بجائے زیادہ تر وقت سیر و شکار میں گزارتے ہیں، تو انہیں طلب کیا، فرائض منصبی میں غفلت برتنے کی تحقیقات کرائی اور اس کے بعد انہیں معزول کر دیا[32]۔"

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ایک مرتبہ حاکم بصرہ (عبداللہ بن عباس) کا احتساب کرتے ہوئے خط لکھا:

"تم مجھے یہ بتاؤ کہ تم نے کتنا جزیہ وصول کیا اور کہاں کہاں سے وصول کیا اور کہاں کہاں خرچ کیا[33]۔"

ریاست مدینہ میں حکام کے تقرر کا معیار

خلافت راشدہ میں سرکاری اہل کاروں کے انتخاب میں حد درجہ احتیاط فرمائی گئی۔ایسے لوگوں کی تقرریاں کی گئیں جو علم، تقویٰ، دیانت، ذہانت اور قوت فیصلہ میں مشہور تھے۔حضرت ابو بکر صدیق نے عہدوں پر ان ہی بزرگ صحابہ کا انتخاب کیا جو بارگاہ رسالتؐ کے تربیت یافتہ تھے۔جن میں سے چند صحابہ کرام کے نام کچھ یوں ہے، عتاب بن اسید کو مکہ ، عثمان بن ابی العاص کو طائف، مہاجر بن ابی امیہ کو صنعا، زیاد بن لبید کو حضر موت، یلی بن امیہ کو خولان، معاذ بن جبل کو جند ،العلاء بن الحضرمی کو بحرین اور ابو موسیٰ اشعری کو زبیدا اور رمع پر عامل مقرر فرمائے۔حضرت ابو عبیدہ محکمہ مال کے خدمات سرانجام دیتے رہے جبکہ حضرت عمر کو آپ نے باقاعدہ قاضی مقرر فرمایا، مگر ایک سال تک ایک روایت میں دو سال تک کسی مقدمہ کی نوبت نہ آسکی[34] ۔اسی لحاظ سے لوگوں کا معیار اخلاق میں بہتر اور بلند تھا۔لوگوں کے حقوق و فرائض کی ذمہ داری حاکم ہی پر عائد تھی،اور اس بارے میں حضرت ابو بکر کا نظریہ تھا:

"جو ایسا حاکم مقرر کرے کہ وہ رعایا کے حقوق کی حفاظت نہ کر سکے تو ایسے مقتدر اعلیٰ پر خدا کی لعنت ہے۔اللہ اس کو جہنم میں جھونک دے گا، چاہے وہ فرائض و نوافل ادا کرتا ہو[35]۔"

دور فاروقی میں الحسبہ کو قضاء کے ماتحت رکھا گیا اور قضاء کے منصب پر اہل افراد کو تعینات کیا۔مثلاً زید بن ثابت کو مدینہ (جب 16ھ کو حضرت عمر حج کے لئے تشریف لے گئے) اور عبداللہ بن مسعود کو کوفہ کا قاضی و محتسب بنایا گیا۔ان کے علاوہ قاضی شریح، جمیل بن العمر، ابو مریم الحنفی، سلمان بن ربیعہ الباہلی، عبدالرحمٰن بن ربیعہ، ابو قرہ الکندی اور عمران بن الحصین عہد فاروقی کے مشہور قاضی و محتسب تھے۔ابن عبدالبر کی تصریح کے مطابق حضرت عمر کو شاید اس بات کا احساس تھا کہ آپ اپنی بے پناہ مصروفیات کے باعث عمل احتساب پر زیادہ توجہ نہیں دے سکیں گے، اس لئے آپ نے عبداللہ بن عتبہ بن مسعود الہذلی کو مدینہ اور حضرت سائب بن یزید کو نائب محتسب مقرر فرمایا۔مکہ میں عتاب بن اسید جبکہ یمن پر یعلیٰ بن امیہ کو والی مقرر فرمایا[36] ۔

ریاست مدینہ میں سربراہ مملکت کا احتساب

ریاست مدینہ کی سب سے اہم خصوصیت یہ تھی کہ قانون سے کوئی بھی بالاتر نہیں تھا، قانون کی نظر میں طاقتور اور کمزور دونوں برابر تھے یہاں تک خلیفہ بھی احتساب کی گرفت میں آجاتا بلکہ حاکم وقت خود اپنے آپ کو احتساب کے لئے پیش کرتے۔چنانچہ حضرت ابو بکر صدیق □ نے خود کو عام مسلمانوں سے برتر نہیں سمجھا بلکہ خود کو بھی احتساب کے لئے پیش فرمایا۔چنانچہ ایک موقع پر آپ نے فرمایا:

"میں بھی تم جیسا آدمی ہوں اور تم میں سے کسی سے افضل نہیں ہوں۔ پس تم مجھے نگاہ رکھو اور جب دیکھو کہ میں سیدھا چلتا ہوں تو میری تابعداری کرو اور جب دیکھو کہ میں حق سے بھٹک گیا ہوں تو مجھے سیدھا کرو اور راہ راست پر لاؤ۔ آگاہ رہو کہ میرے ساتھ بھی ایک شیطان ہے جو بھٹکانے کے لئے میرے سامنے آتا ہے[37] ۔"

حضرت ابو بکر جب خلیفہ مقرر ہوئے تو بیت المال سے ماہانہ وظیفہ ملتا تھا، اسی طرح بیت المال کا کچھ سامان آپ کے زیر استعمال ہوا کرتا تھا جو کہ آپ کا جائز حق تھا لیکن جب آپ کی وفات کا وقت ہوا تو بیت المال سے لیا ہوا جائز حق بھی واپس کر دیا۔ چنانچہ آپ نے کہا:

"بیت المال کا جو کچھ سامان ہمارے پاس ہو سب واپس کر دو۔ کیونکہ میں اس مال میں سے اپنے ذمے کچھ رکھنا نہیں چاہتا۔ میری وہ زمین جو فلاں مقام پر واقع ہے وہ اس رقم کے معاوضے میں دی جائے جو آج تک میں نے بیت المال سے لی ہے۔ چنانچہ وہ زمین ، ایک اونٹنی، ایک قلعی گھر، غلام اور کچھ غلہ حضرت عمر کو دیدی گئیں۔ حضرت عمر نے کہا کہ ابو بکر نے اپنے بعد والوں کو کس قدر مشکل میں مبتلا کر دیا ہے۔"

ایک روایت میں ہے:

"ابو بکر نے لوگوں سے کہا (مرض وفات میں) کہ حساب لگاؤ جب سے میں خلیفہ ہوا ہوں میں نے بیت المال کی کتنی رقم خرچ کی ہے جو میزان ہو اس کو میرے جائیداد سے وصول کر لو، چنانچہ حساب لگایا گیا تو پورے زمانہ خلافت کی رقم اٹھ ہزار درہم نکلی[38]۔"

ایک اسلامی ریاست کے سربراہ کے لئے حضرت ابو بکر صدیق نے ایک بہترین مثال قائم کر دی کہ بیت المال سے لیا ہوا جائز حق بھی واپس کر دیا۔ اور خود کو پورے زمانہ خلافت میں احتساب کے لئے پیش کرتے رہے اور دوسروں کا بھی کڑا احتساب فرماتے تھے۔ جب ریاست کے سربراہ سرکاری خزانے کو خرچ کرنے میں محتاط ہو جائے تو وہاں ایک پر امن اور خوشحال معاشرہ تشکیل پاتا ہے۔

عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا دوران خلافت احتساب عدالت میں پیشی

حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کے درمیان کسی چیز سے متعلق آپس میں جھگڑا تھا، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

"آپ اپنے اور میرے درمیان کسی کو ثالث مقرر کر لیں، چنانچہ دونوں نے حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کو اپنا فیصل مقرر کر لیا۔ پھر دونوں ان کے پاس چل کر آئے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ارشاد فرمایا: ہم تمہارے پاس اس لئے آئے ہیں تاکہ تم ہمارے درمیان فیصلہ کر دو۔ جب دونوں حضرات حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچ گئے تو آپ رضی اللہ عنہ نے اپنے بچھونے پر حضر عمر رضی اللہ عنہ کے لئے جگہ چھوڑ دی اور بولے: اے امیر المومنین! یہاں آیئے، حضرت عمر بے شک خلیفہ وقت تھے مگر اس وقت ایک سائل کی طرح حاضر تھے۔ حضرت زید کے اس طرز عمل پر حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

هذا أول جورک جرت فی حکمک أجلسنی وخصمی[39]

"یہ پہلا ظلم ہے (جو تم نے اپنے فیصلے میں ظاہر کیا ایسی صورت میں) میں اپنے فریق کے ساتھ بیٹھنا پسند کروں گا۔"

اس کے بعد آپ دونوں حضرات حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کے سامنے بیٹھ گئے۔ حضرت ابی بن کعب نے کسی چیز کے متعلق دعوی ظاہر کیا، حضرت عمرؓ نے انکار کر دیا۔ قاعدہ کے مطابق ابی بن کعب رضی اللہ عنہ پر گواہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ پر قسم آتی تھی لیکن حضرت زید بن ثابت نے حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کو فرمایا:

"امیر المؤمنین کو قسم اٹھانے سے تم معاف رکھو اور ان کے علاوہ میں کسی اور کے لئے ایسا مطالبہ کبھی نہ کرتا۔ مگر حضرت عمر نے از خود قسم اٹھالی۔ معاملہ حل ہو جانے کے بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے قسم کھائی کہ جب تک عمر زندہ ہے زید کبھی عہدہ قضاء پر فائز نہیں ہو سکتا کیونکہ عمر کے نزدیک تمام مسلمانوں کی عزت و آبرو برابر ہے۔"

حضرت عثمان کی خود احتسابی

آپؓ نے سادہ طرز زندگی، اعلیٰ اخلاق، ظلم و جور کا خاتمہ، خوف آخرت اور نفس کا محاسبہ اپنا شعار بنا لیا تھا اور لوگوں کو بھی سادہ طرز زندگی اپنانے اور نفس کا محاسبہ کرنے کی تلقین فرماتے تھے۔ آپ نے ایک مرتبہ خطاب کرتے ہوئے فرمایا:

"لوگوں میں سب سے عقل مند وہ شخص ہے جو اپنے نفس کا محاسبہ کرے[40]۔"

تجاویز برائے عصر حاضر کے اسلامی مملکت

ریاست مدینہ کے تناظر میں بے لاگ احتساب کو رائج کرنے کے لئے حسب ذیل تجاویز پیش کی جاتی ہیں:

1. ارباب اختیار کی ذمہ داری بنتی ہے کہ وہ ریاست مدینہ کو رول ماڈل (Role Model) بناتے ہوئے اسی طرز پر محکمہ احتساب تشکیل دیں جس میں بدعنوانی میں ملوث عناصر کا بے لاگ احتساب ہو۔ اور جن لوگوں نے لوٹ کھسوٹ سے جو مال اکھٹا کیا اور ناجائز ذرائع سے دولت کمائی ان کا فی الفور احتساب ہو۔
2. ادارہ احتساب کے سربراہ ایسے شخص کو بنانا چاہئے جو اس منصب کا اہل ہو، علم، دیانت، اور قوت فیصلہ میں مشہور ہو نیز ان کے پاس مکمل اختیار ہو۔
3. ادراہ احتساب کے دروازے سب کے لئے کھلے رکھنے چاہیے تاکہ تمام متاثرین کو یکساں رسائی حاصل ہو اور ان کو سستا اور فوری انصاف میسر ہو۔ یہی طریقہ ملک و ملت کے وسیع تر مفاد میں ہے۔ نیز لوگوں کی سہولت کے لئے ڈویژنل اور ضلعی سطح پر بھی محتسب ہونے چاہئیں۔
4. ریاست کے کچھ ادارے اور شعبہ ہائے زندگی ایسے ہیں جن میں سخت اور بے لاگ احتساب کی ضرورت ہے کیونکہ ان اداروں کو اگر چھوٹ دی جائے تو اس کے نتائج بھی بڑی حد تک خطرناک ہیں مثلا بیوروکریسی، پولیس، صحافتی امور، معاشی امور، ملکی خزانہ کی نگرانی، ترقیاتی فنڈ کا استعمال رشوت اور منشیات کی روک تھام، خوراک اور ادویات میں ملاوٹ کا خاتمہ وغیرہ۔

5. احتساب سب کے لئے برابر ہو کمزور و طاقتور، ادنی و اعلیٰ اور خویش و بیگانہ کی تفریق نہ ہو۔ سربراہ مملکت بھی محتسب کو جوابدہ ہو۔

6. بدعنوانی میں ملوث عناصر کے لئے کڑی سزائیں مقرر کریں تاکہ کرپٹ مافیا (Corrupt mafia) کی حوصلہ شکنی ہو۔

رموز و نتائج

آج کل عام طور پر احتساب کا اطلاق مالی بدعنوانیوں کی روک تھام پر کیا جاتا ہے جبکہ فقہاء اسلام نے احتساب کا ایک وسیع مفہوم پیش کیا ہے جو مالی بدعنوانی سمیت تمام اخلاقی و معاشرتی برائیوں کو شامل ہے کیونکہ فقہاء میں سے اکثر نے "الحسبہ" کے مفہوم کو امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کی روشنی میں واضح کرنے کی کوشش کی ہے۔ یعنی ہر اچھی بات کا حکم دینے اور بری بات سے منع کرنے کا نام احتساب ہے۔ شرعی نقطہ نگاہ سے نیک اعمال اور پسندیدہ امور کا تعلق معروفات سے ہیں جبکہ شریعت کی نظر میں برے اعمال اور ناپسندیدہ افعال منکرات میں شمار ہوتے ہیں۔

تاریخ اسلام میں حسبہ کے اولین قیام کے متعلق مورخین کی مختلف آراء ہیں، لیکن اکثریت اس پر متفق ہے کہ اس اہم کام کی ضرورت کو آغاز اسلام ہی سے محسوس کر لیا گیا تھا۔ رسول اللہ ﷺ نے سب سے پہلے قولا اور عملا اس کا اجراء فرمایا۔ اس اعتبار سے تاریخ اسلام کے اولین محتسب آپ ہی تھے۔ چنانچہ دور نبوی ﷺ میں احتساب کی عملی مثالیں موجود ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ حضور ﷺ نے کس طرح بے لاگ احتساب کا ایک مضبوط نظام رائج فرمایا۔ ریاست مدینہ کی تعمیر کے آغاز ہی میں حضور ﷺ کی حیثیت منصف اعلیٰ اور محتسب اعلیٰ کے طور پر متعارف ہوئی۔ اس کے ساتھ احتساب کو ایک اجتماعی فریضہ بھی قرار دیا گیا کہ ہر قبیلہ اجتماعی طور پر اپنے تمام افراد کے ناجائز افعال کے مکافات کا ذمہ دار ہوگا۔

حضور ﷺ سب سے پہلے اس نوزائیدہ ریاست کی قانونی و آئینی بنیادوں کی طرف متوجہ ہوئے چنانچہ مدینہ کے تمام مسلم و غیر مسلم قبائل کے درمیان ایک معاہدہ تحریر فرمایا جس میں معاملات کو عدل و احتساب کے ذریعے سرانجام دینے کی صراحت کی گئی۔ ریاست مدینہ کی سب سے اہم خصوصیت یہ تھی کہ قانون سے کوئی بھی بالاتر نہیں تھا، قانون کی نظر میں طاقتور اور کمزور دونوں برابر تھے یہاں تک خلیفہ بھی احتساب کی گرفت میں آجاتا بلکہ حاکم وقت خود اپنے آپ کو احتساب کے لئے پیش کرتے۔، ہم کہہ سکتے ہیں کہ اسلام نے بادشاہ کسی غلط فعل کا مرتکب ہو ہی نہیں سکتا کو مسترد کر دیا۔

ریاست مدینہ میں تمام اخلاقی و معاشرتی برائیوں مثلاً جھوٹ، خیانت، فریب، سود، رشوت، کھوٹ، ملاوٹ اور مالی بدعنوانیوں کا خاتمہ کیا گیا۔ نیز ظلم، ناانصافی یا اقرباپروری کی بناء پر کئے جانے والے فیصلے ختم ہوئے۔ انصاف کے معاملے میں اپنے اور بیگانے، دوست اور دشمن کی کوئی تمیز نہیں تھی۔ عرب میں سب سے زیادہ تجارتی معاملات میں اصلاح کی

ضرورت تھی حضور ﷺ نے معاملات میں اصلاحات لانے کے لئے خود بازار تشریف لے جاتے وہاں خرید وفروخت کی چیزوں کا معائنہ فرماتے جہاں کہیں بدعنوانی نظر آتی فوراً احتساب فرماتے۔

فرائض احتساب میں سب سے مقدم فرض چونکہ حکومتی مناصب پر فائز لوگوں کا احتساب ہے، اس لئے ریاست مدینہ میں عمال کے احتساب پر زیادہ توجہ دی گئی۔ کیونکہ جب سرکاری عہدیدار قانون سے بالاتر نہ ہو تو عام شہری بھی قانون پر عمل داری زیادہ توجہ کے ساتھ کریں گے۔ ریاست مدینہ میں سرکاری اہل کاروں کے انتخاب میں حد درجہ احتیاط فرمائی گئی۔ ایسے لوگوں کی تقرریاں کی گئیں جو علم، تقویٰ، دیانت، ذہانت اور قوت فیصلہ میں مشہور تھے۔

حضور ﷺ کے بعد خلفاء راشدین اور صحابہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کو قائم رکھنے کے لئے کھڑے ہوئے۔ اور اس کا اتنا اہتمام کیا کہ کئی صدیوں تک امت مسلمہ میں اس کے اثرات باقی رہیں، احتساب کے اس مضبوط نظام کی بدولت ہی امت مسلمہ میں امن وامان اور خوشحالی کا دور تھا۔

حواشی وحوالہ جات

1 افریقی، محمد بن مکرم بن منظور، لسان العرب 1: 310، دار صادر، بیروت، 1990ء

Afriqi, Muhammad bin Mukkarm bin Muzoor, Lisanul Arab, Dar Sadir, Beirut, 1990, Vol: 1, Page: 310

2 ماوردی ، قاضی ابوالحسن، الاحکام السلطانیہ: 376، قانونی کتب خانہ، لاہور، 2000ء

Mawardi, Qazi Abul Hassan, Al-Ahkamul Sultaniya, Qanoni Kutab Khana, Lahore, 2000, Page: 376

3 سورۃ آل عمران 3: 104

Surah Al-Imran 3: 104

4 فراء، قاضی ابویعلی محمد بن الحسین، الاحکام السلطانیہ: 68 ، مکہ مکرمہ، 1357ھ

Faraa, Qazi Abu Yala Muhammad bin Al-Hussain, Al-Ahkamu Sultaniya, Makka Mukkarama, 1357 H, Page: 68

5 الشیرازی، عبدالرحمٰن بن نصر، نہایۃ الرتبۃ فی طلب الحسبہ: 6 ، قاہرہ، 1946ء

Al-Sherazi, Abdul Rahman bin Nasr, Nihatul Rutbatul fi Talabil Hisba, Cario, 1946, Page: 6

6 ابن تیمیہ، احمد بن عبدالحلیم، الحسبہ فی الاسلام: 15، دار الکتب العلمیہ، بیروت، 1412ھ

Ibn Temiya, Ahmad bin Abdul Haleem, Al-Hisba fil Islam, Darul Kutub Al-Ilmiya, Beirut, 1412 H, Page: 15

7 امام احمد بن حنبل، مسند الامام أحمد بن حنبل، حدیث (15500) مؤسسہ الرسالہ، بیروت، 1420ھ

Imam Ahmad bin Hunbal, Musnad Al-Imam Ahmad bin Hunbal, Moasstul Risala, Beirut, 1420 H, Hadith (15500)

8 قلقشندی، أحمد بن علی ، صبح الاعشی 2: 352، قاہرہ، 1918ء

Qalqushundi, Ahmad bin Ali, Sabahal A'shi, Cario, 1918, Vol: 2, Page: 352

9 انسائیکلوپیڈیا آف اسلام: بذیل "کاہن"

Encyclopaedia of Islam, under Kahin

10 ابن ہشام، عبدالملک بن ہشام، السیرۃ النبویہ2: 19، دارالجیل، بیروت، 1411ھ

Ibn Hisham, Abdul Malik bin Hisham, Al-Seeratul Nabviya, Darul Jeel, Beirut, 1411 H, Vol: 2, Page: 19

11 نفس مصدر3: 32

Ibid, Vol: 3, Page: 32

12 السیرۃ النبویہ3: 32

Al-Seeratul Nabviya, Vol: 3, Page: 32

13 ڈاکٹر محمد حمید اللہ، رسول اکرم ﷺ کی سیاسی زندگی:292-293، آصف جاوید، لاہور2013ء

Dr. Muhammad Hameed Ullah, Rasool Ullah S.A.W ki Siyasi Zindagi, Asif Javed, Lahore, 2013, Page: 292-293

14 امام بخاری، ابوعبداللہ محمد بن اسماعیل، صحیح بخاری، حدیث(5616) دار ابن کثیر، بیروت، 1407ھ

Imam Bukhari, Abu Abdullah Muhammad bin Ismail, Sahih Bukhari, Dar Ibn Kathir, Beirut, 1407 H, Hadith (5616)

15 امام مسلم، مسلم بن الحجاج بن مسلم، صحیح مسلم، حدیث(4505)دارالجیل بیروت، 1422ھ

Imam Muslim, Muslim bin Hajaj, Sahih Muslim, Darul Jeel, Beirut, 1422 H, Hadith (4505)

16 امام أبوداود، سلیمان بن الأشعث، سنن أبی داود، حدیث(5272)مکتبہ عصریہ، بیروت، 1412ھ

Imam Abu Dawood, Suliman bin Al-Asha's, Sunan Abi Dawood, Maktaba Usriya, Beirut, 1412 H, Hadith (5272)

17 صحیح مسلم، حدیث(2090)

Sahih Muslim, Hadith (2090)

18 امام ترمذی، محمد بن عیسی، سنن الترمذی، حدیث(1315)دار إحیاء التراث العربی، بیروت، 1406ھ

Imam Tirmidi, Muhammad bin Esa, Sunan Al-Timidi, Dar Ahyaul Turath Al-Arabi, Beirut, 1406 H, Hadith (1315)

19 امام نسائی، أحمد بن شعیب، سنن النسائی، حدیث(6184)دار الکتب العلمیہ، بیروت، 1411ھ

Imam Nasaie, Ahmad bin Shoaib, Darul Kutubal Ilmiya, Beirut, 1411 H, Hadith (6148)

20 صحیح بخاری، حدیث(4036)

Sahih Bukhari, Hadith (4036)

21 صحیح بخاری، حدیث(2030)

Sahih Bukhari, Hadith (2030)

22 النووی، أبوزکریا یحییٰ بن شرف، شرح النووی علی صحیح مسلم10: 171، دار إحیاء التراث العربی - بیروت، 1392ھ

23 صحیح البخاری، حدیث(6772)

Sahih Bukhari, Hadith (2030)

24 بصری، محمد بن سعد، طبقات ابن سعد3: 209، دار الاشاعت، کراچی، 2003ء

Basari, Muhammad bin Saad, Tabqat Ibn Saad, Darul Isha'at, Karachi, 2003, Vol: 3, Page: 209

25 امام طبری، محمد بن جریر، تاریخ طبری2: 617، دار الاشاعت، کراچی، 2003ء

Imam Tabari, Muhammad bin Jarir, Tarikh Tabari, Darul Isha'at, Karachi, 2003, Vol: 2, Page: 617

26 أبو إسحاق الشيرازي، طبقات الفقهاء :40، دار الرائد العربي، بيروت ، 1970ء

Abu Ishaq Al-Sherazi, Tabqatul Fuqaha, Darul Raied Al-Arabi, Beirut, 1970, Page: 40

27 محمد رواس قلعه جی، موسوعه فقه عمر :105، دار النفائس، بیروت ،1406ھ

Muhammad Rawas Qilla G, Mowsoa Fiqh Umar, Darul Nafaies, Beirut, 1406 H, Page: 105

28 طبقات ابن سعد3: 290

Tabqat Ibn Saad, Vol: 3, Page: 290

29 علی بن حسام الدین، کنز العمال، حدیث(14444) موسسہ الرسالہ، بیروت ،1409ھ

Ali bin Hisamuddin, Kunzul Ummal, Moasstul Risala, Beirut, 1409 H, Hadith (14444)

30 ابن خلدون، عبد الرحمٰن ابن خلدون، تاریخ ابن خلدون3: 248، دار الاشاعت کراچی، 2009ء

Ibn Khuldoon, Abdul Rahman Ibn Khuldoon, Tarikh Ibn Khuldoon, Darul Isha'at, Karachi, 2009, Vol: 3, Page: 248

31 تاریخ الیعقوبی:178

Tarikh Al-Yaqoobi, Page: 178

32 نفس مصدر

Ibid

33 تاریخ طبری3: 729

Tarikh Tabari, Vol: 3, Page: 729

34 نفس مصدر2: 617

Ibid, Vol: 2, Page: 617

35 سیوطی، عبد الرحمن بن أبی بکر، تاریخ الخلفاء:130، شبیر برادرز، اردو بازار، لاہور، 2004ء

Sayuti, Abdul Rahman bin Abi Bakar, Tarikhul Khulafa, Shabir Brothers, Urdu Bazar, Lahore, 2004, Page: 130

36 تاریخ طبری2: 662

Tarikh Tabari, Vol: 2, Page: 662

37 تاریخ الخلفاء:105

Tarikhul Khulafa, Page: 105

38 تاریخ طبری2: 620

Tarikh Tabari, Vol: 2, Page: 620

39 أبوالحسن الجوہری ،مسند ابن الجعد، حدیث(1728)مؤسسہ نادر-بیروت،1410ھ

Abul Hassan Al-Jouhari, Musnad Ibnil Ja'ad, Moassisa Nadir, Beirut, 1410 H, Hadith (1728)

40 ابن کثیر، ابوالفداء اسماعیل ابن کثیر، تاریخ ابن کثیر 4: 215 ، دارالاشاعت کراچی، 2008ء

Ibn Kathir, Abul Fida Ismail bin Kathir, Darul Isha'at, Karachi, 2008, Vol: 4, Page: 215